جناب ملک راحت نسیم سوہدروی

ترتیب واضافہ : مولانا عبدالستار فانی

تاریخ وسیر

خلیفہ چہارم
حضرت علی رضی اللہ عنہ

(۴)

عثمانی عمال کی برطرفی :

قاتلینِ عثمان رض کو اب فکر دامن گیر ہوئی کہ اب ہم نہیں بچ سکیں گے۔ بنابریں انہوں نے حضرت سے پرزور مطالبہ کیا کہ عمال عثمان رض کو فی الفور معزول کر دیا جائے۔ چنانچہ البدایہ والنہایہ کی یہ عبارت اس سلسلہ میں ہمارے لئے دلیلِ راہ ہے :

"ولما ولی علی ابن ابی طالب الخلافۃ اشار علیہ کثیر ممن باشر قتل عثمان ان یعزل معاویۃ عن الشام ویول علیہا سہل بن حنیف فعزلہ" (ص ۲۱، ج ۸)

یعنی خلیفہ بنتے ہی قاتلین عثمان رض نے مطالبہ کر دیا کہ امیر معاویہ رض کو فی الفور معزول کر کے سہل بن حنیف کو شام کا گورنر مقرر کر دیا جائے چنانچہ حضرت علی رض نے ان کی بات کو مان کر امیر معاویہ رض کو معزول کر دیا۔"

حضرت علی رض نے بھی مصلحت اسی میں سمجھی، انہوں نے خلافت کے چوتھے دن عمالِ عثمان رض کی معزولی کے فرمان لکھوائے اور ان کی جگہ نئے لوگوں کا تقرر فرمایا۔ حضرت مغیرہ بن شعبہ رض اور حضرت ابن عباس رض جیسے مدبر صحابہ نے آپ رض کو مشورہ دیا کہ آپ ان عمال کو بحال رکھیں تا آنکہ خلافت مستحکم ہو جائے۔ اگر آپ نے اس معاملہ میں جلدی کی تو بنو امیہ کہیں گے کہ قاتلینِ عثمان سے انتقام نہ لینے کی وجہ سے ایسا

کیا گیا ہے۔ لیکن حضرت علیؓ نے ان اہل الرائے کے مشورے کے علی الرغم معزولی کے حکم نامے جاری کر دیئے۔

اس سلسلہ میں جو مشکلات آپؓ کو پیش آئیں، وہ تاریخ میں محفوظ ہیں۔ اگر اہل الرائے کے مشورہ کو قبول کر لیا جاتا تو دس لاکھ مسلمانوں کے خون کا دھبہ آپؓ کی خلافت پر نہ ہوتا۔ اس کے بعد خلافت کا شیرازہ مجتمع ہونے کی بجائے منتشر ہی ہوتا گیا۔

جنگِ جمل:

حضرت علیؓ شام اور حرمِ نبوی کو باغیوں سے پاک کرنے کے لئے لشکر لے کر روانہ ہوئے۔ لیکن جب حضرت عائشہؓ کی بصرہ روانگی کی خبر ملی تو شام کی بجائے بصرہ کا رخ کر لیا۔ حضرت عائشہؓ کا خیال تھا کہ قاتلوں سے بدلہ نہ لینا قرآنِ حکیم کے منافی ہے۔ حضرت علیؓ نے بصرہ پہنچ کر بذریعہ قاصد ام المومنینؓ کی آمد کا مقصد معلوم کیا۔ انہوں نے جواباً فرمایا کہ بدلہ لینے کا خیال ہے کیونکہ بدلہ نہ لینا قرآنِ حکیم کے منافی ہے۔ قاصد نے حضرت عائشہؓ کو صحیح صورتِ حال سے آگاہ کیا اور کہا کہ حالات ٹھیک ہوتے ہی پہلا کام یہ کیا جائے گا، آپؓ مان گئیں۔ دونوں اطراف سے سفیروں کا تبادلہ شروع ہو گیا۔ حضرت علیؓ اس صورتِ حالات سے خوش تھے۔ لیکن آپ کی فوج میں قاتلینِ عثمانؓ کی جماعت بھی تھی۔ ان کو یہ خدشہ تھا کہ اگر حالات ٹھیک ہو گئے تو سزا سے بچ نہ سکیں گے۔ چنانچہ انہوں نے رات کے اندھیرے میں بصرہ پر حملہ کر دیا۔ فریقین نے یہ سمجھ کر کہ دوسرے گروپ نے معاہدے سے انحراف کیا ہے ایک دوسرے پر دھاوا بول دیا اور جنگ کی آگ پوری شدت سے بھڑک اٹھی۔ ام المومنینؓ ایک اونٹنی پر سوار تھیں۔ اونٹنی کے گرد خوب معرکہ ہوا۔ اس طرح تاریخ میں پہلی مرتبہ مسلمانوں کی تلواریں آپس میں ٹکرائیں۔

جنگ ختم ہونے کا نام نہ لیتی تھی۔ حضرت علیؓ نے سمجھ لیا کہ جب تک اونٹنی اپنی جگہ پر قائم ہے بصری فوج کے حوصلے بہت بلند رہیں گے۔ چنانچہ انہوں نے اپنی فوج کو حکم دیا کہ اونٹنی کے پاؤں کاٹ دیئے جائیں۔ پاؤں کٹنے کی دیر تھی کہ بصری فوج کے حوصلے پست ہو گئے اس طرح عائشہ صدیقہؓ کے لشکر کو شکست ہوئی۔ حضرت علیؓ خود حضرت ام المومنینؓ کے پاس گئے اور خیریت پوچھی ——— بعد میں جب تحقیقات پر پتہ چلا کہ جنگ سبائیوں کی سازش سے شروع ہوئی تھی تو دونوں کو از حد افسوس ہوا۔ گویا یہ جنگ سراسر غلط فہمی پر مبنی تھی اور فریقین

اپنی اپنی جگہ حق پر تھے۔ اہل جمل کے سامنے مقصد قتلِ عثمان رضؓ کا انتقام تھا۔ اور حضرت علیؓ بھی اس پر آمادہ تھے لیکن ان کے سامنے چند مجبوریاں تھیں۔ لہٰذا اختلاف صرف تعجیل و تاخیر میں تھا، وہ بھی دور ہو گیا تھا لیکن سبائیوں کی سازش سے جنگ برپا ہو کر رہی۔

حضرت علیؓ نے حضرت ام المومنینؓ کو احترام کے ساتھ، ان کے بھائی کی معیت میں مکہ روانہ کر دیا ——— اس جنگ میں چونکہ حضرت صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اونٹنی پر سوار تھیں، اسی وجہ سے اس جنگ کو جنگِ جمل کہتے ہیں۔

نیا دار الخلافہ:

جنگِ جمل کے بعد آپؓ نے مدینہ کے بجائے کوفہ کو دار الحکومت بنایا۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ حضرت عثمانؓ کی شہادت اور دیگر ہنگاموں کی وجہ سے حرمِ نبویؐ کی جو توہین ہوئی تھی اس نے مجبور کر دیا کہ دار الحکومت حجاز سے منتقل کر دیا جائے۔ دوسری وجہ یہ تھی کہ کوفہ میں آپؓ کے حامیوں کی کثرت تھی۔

اگرچہ دار الحکومت تبدیل کرنے میں حضرت علی رضؓ نیک نیت تھے تاہم اس کا کوئی مفید سیاسی نتیجہ مرتب نہ ہو سکا بلکہ اس سے مدینہ کی سیاسی حیثیت کلیۃً ختم ہو گئی اور آپ مرکزِ اسلام سے دور ہو گئے۔

جنگِ صفین:

جنگِ جمل سے فارغ ہونے اور بصرہ پر قبضہ کرنے کے بعد کوفہ پہنچ کر حضرت علیؓ نے دوبارہ حضرت امیر معاویہؓ کو بیعت کی دعوت دی اور جریر بن عبد اللہ کے ہاتھ بیعت کے متعلق ایک خط روانہ کیا۔ امیر معاویہؓ نے خط پڑھنے کے بعد تمام مجمع کو سنایا اور امرار شام سے مشورہ لیا کہ اب کیا کرنا چاہیئے، مشورہ کے بعد جواب لکھا کہ اگر آپ قاتلینِ عثمانؓ کو ہمارے حوالے کر دیں تو ہمیں بیعت کرنے میں کوئی اعتراض نہ ہو گا۔

"فطلب معاویۃ عمرو بن العاص ورؤس اهل الشام فاستشارهم فابوا ان يبايعوه حتى يقتل قتلة عثمان" (البداية والنهاية)

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ جنگِ صفین کے محرکات میں بھی وہی عوامل کارفرما تھے جو جنگِ جمل

کا سبب بنے تھے یعنی مطالبۂ قصاص عثمانؓ!

حضرت امیر معاویہؓ نے خلیفہ کی اطاعت سے انکار نہیں کیا تھا بلکہ ان کی آئینی حیثیت سے متعلق اطمینان چاہتے تھے۔

بہرحال حضرت امیر معاویہؓ اور حضرت علیؓ کے درمیان، جب نامہ و پیام کا کچھ نتیجہ برآمد نہ ہوا تو حضرت علیؓ نے اسی ہزار کی فوج لے کر شام کا رخ کیا۔ جب یہ فوج سرحدِ شام میں داخل ہوئی تو امیر معاویہؓ کی طرف سے ابوالاعور سلمی نے دفاع کیا اور ان کو آگے بڑھنے سے روکا۔ اسی دوران اشتر نخعی کمک لے کر پہنچ گیا۔ ابوالاعور نے حضرت معاویہؓ کو آمد فوج کی اطلاع دی تو انہوں نے صفین کے میدان کو مدافعت کے لیے منتخب کیا۔ مصالحین کی کوششیں بھی جاری رہیں اور مسلسل تین ماہ جنگ رکی رہی۔ لیکن بالآخر جنگ چھڑ کر رہی کیونکہ (فریقین میں سے اگرچہ کوئی بھی جنگ کا خواہاں نہ تھا) سبائیوں کے لئے طرفین کا سکوت صبر آزما اور ناقابلِ برداشت تھا لہٰذا ان کی ہرممکن کوشش تھی کہ لڑائی ہو کر رہے۔ اور اس طرح امتِ مسلمہ کی تاریخ کا دوسرا دلدوز سانحہ رونما ہوا۔

متواتر ہفتہ بھر خون کی ندیاں بہتی رہیں۔ اس جنگ میں مقتولین کی تعداد اسی ہزار بیان کی جاتی ہے۔ آخر حساس لوگوں نے خطرے کو بھانپا اور محسوس کیا کہ اگر اسی طرح لڑائی ہوتی رہی تو تمام مسلمان شہید ہو جائیں گے۔ چنانچہ جنگ بند کرنے کی پہل حضرت امیر معاویہؓ کی طرف سے ہوئی۔ حضرت عمرو بن العاصؓ نے نیزے پر قرآن باندھ کر بلند کرتے ہوئے کہا کہ تمہارے اور ہمارے درمیان یہ فیصل ہے۔ اس تدبیر سے جنگ بند ہوگئی۔ لیکن سبائی گروہ جنگ بندی کے حق میں نہ تھا جبکہ علوی فوج کی اکثریت بھی جنگ بندی کے حق میں تھی۔ آخر خلافت کا مسئلہ دو حکموں کے سپرد کرنے کا فیصلہ ہوا۔ شامیوں کی طرف سے حضرت عمرو بن العاصؓ اور اہل عراق کی طرف سے حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ پر اتفاق ہوا۔ اور یہ معاہدہ لکھا گیا کہ صاحبین جو بھی فیصلہ قرآن و سنت کی روشنی میں کریں گے حضرت امیر معاویہؓ اور حضرت علیؓ کو ماننا پڑے گا۔

حکمین نے یہ فیصلہ کیا کہ حضرت علیؓ کو خلافت سے معزول کر دیا جائے۔ حضرت امیرؓ تو سرے سے خلافت کے خواہاں ہی نہ تھے۔ ان کا تو صرف یہ مطالبہ تھا کہ قاتلین عثمان کو ہمارے حوالے کر دیا جائے، ہم سب سے پہلے خلیفہ کی بیعت کریں گے ——— فیصلہ کے مطابق

دونوں فریق اپنے اپنے علاقے کے انتظامات عبوری دور کیلئے درست رکھیں گے۔

امت جسے چاہے خلیفہ منتخب کرلے اور اس کی اطاعت فریقین کے لئے لازمی ہوگی۔

اس گفت و شنید کا نتیجہ یہ نکلا کہ جنگ ختم ہوگئی۔ لیکن اب ایک اور گروہ معرض وجود میں آیا، جن کو خوارج کہا جاتا ہے۔ انہوں نے اس فیصلہ کے بعد حضرت علیؓ کی فوج سے کنارہ کشی اختیار کی۔ ان کا موقف یہ تھا کہ خدا کے دین میں انسانوں کو حکم تسلیم کرنا کفر ہے۔

حضرت علیؓ نے چونکہ حکمین کے فیصلہ سے اتفاق نہ کیا تھا، انہوں نے کئی مرتبہ شام پر فوج کشی کی تیاری کی۔ لیکن خوارج کی سرکشی نے کوئی پیش نہ جانے دی۔ آخر کار حضرت علیؓ نے حضرت معاویہؓ سے اس شرط پر صلح کرلی کہ شام اور اس کے ملحقات آپ کے پاس اور عراق اور اس کے مضافات ہمارے پاس رہیں اور آپس میں لڑائی ختم کردیں۔ اس طرح فریقین کے درمیان کافی خون ریزی کے بعد صلح ہوئی۔

حضرت علیؓ کی شہادت

جنگ میں شکست کے بعد خارجیوں کا گروہ حضرت علیؓ کے سخت خلاف ہوگیا۔ ایک دن چند خارجیوں نے مل بیٹھ کر پروگرام بنایا کہ حضرت علیؓ، حضرت معاویہؓ اور حضرت عمرو بن العاصؓ کو ختم کردیا جائے۔ تین اشخاص نے یہ کام اپنے ذمے لیا اور تینوں کے قتل کے لیے ایک ہی دن ۱۸ رمضان سنہ ۴۰ھ مقرر کیا۔ تینوں مقررہ دن اپنے ناپاک عزائم کی تکمیل کے لئے روانہ ہوئے۔ حضرت عمرو بن العاصؓ اس دن مسجد میں نہ گئے، اور ان کے قائم مقام کو عمرو بن العاص سمجھ کر قتل کردیا گیا۔ امیر معاویہؓ پر بھی حملہ ہوا لیکن ضرب کاری نہ تھی، بچ گئے۔ عبدالرحمٰن ابن ملجم اپنے ناپاک ارادے میں کامیاب ہوگیا۔ وہ صبح کی تاریکی میں مسجد میں داخل ہوکر زہر آلود تلوار سے آپؓ پر وار کرنے میں کامیاب ہوگیا۔ چنانچہ حضرت علیؓ ۲۰ رمضان المبارک کو زخموں کی تاب نہ لاکر ۶۳ سال کی عمر میں چل بسے۔ قاتل گرفتار ہوگیا، اس نے اپنے جرم کا اعتراف کرلیا۔ اور حضرت علیؓ کی وصیت کے مطابق قاتل کی تلوار سے ہی اس کا کام تمام کردیا گیا۔

سیرت و اخلاق :

حضرت علیؓ بہت متقی و پرہیزگار انسان تھے۔ پوری طرح خدا ترسی میں ڈوبے ہوئے تھے۔ ساری عمر سادگی کو پسند کیا۔ آپؓ کی زندگی اسلامی تعلیمات کی صحیح تصویر تھی کیونکہ آپکا بچپن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نگرانی میں گذرا تھا۔

آپؓ کا عہدِ خلافت پانچ سال تک رہا جو تقریباً سارے کا سارا خلفشار میں گذرا۔ آپ نے امن قائم کرنے کی بہت کوشش کی لیکن چونکہ بدقسمتی سے قاتلینِ عثمان کا گروہ آپ کے گروہ میں شامل ہو گیا تھا اس لئے قیامِ امن کے سلسلہ میں کامیابی نہ ہو سکی۔ یہی وجہ ہے کہ آپ کے عہد میں فتوحات نہ ہو سکیں۔ تاہم اگر آپؓ صحابہ کرامؓ کے مشوروں پر عمل کرتے تو آپ کی مشکلات میں بہت حد تک کمی واقع ہو سکتی تھی۔ فتنے حضرت ابوبکرؓ کے عہد میں بھی اٹھے لیکن انہوں نے جلد ہی ان پر قابو پا لیا کیونکہ وہ ہر بات میں صحابہؓ سے مشورہ کو پسند فرماتے تھے۔ ویسے اس میں بھی شک نہیں کہ حضرت علیؓ اپنے عہدِ خلافت میں بڑی حد تک مجبوریوں اور فتنہ پردازوں کی سازشوں میں الجھے رہے اور حالات نے آپ کو اپنی ہی بات پر ڈٹ جانے پر مجبور کر دیا۔

آپؓ بیت المال کا پورا پورا حساب رکھتے تھے اور سختی سے حساب کتاب چیک کرتے تھے۔ عدل و انصاف کا پورا پورا خیال فرماتے اور اس سلسلہ میں ادنیٰ و اعلیٰ کا امتیاز روا نہ رکھتے تھے۔

بقیہ احکام و مسائل عید الفطر :

مدونہ وغیرہ کتب میں ہے کہ آپؐ خطبہ عید میں تقویٰ، خشیتِ الٰہی اور طاعتِ الٰہی پر زور دیتے اور امر بالمعروف، نہی عن المنکر کا وعظ فرماتے، جہاد وغیرہ کے لئے چندہ کی اپیل بھی کرتے۔

راستہ بدل کر آنا چاہیئے :

بخاری، مسلم، ترمذی، ابوداؤد اور دوسری کتبِ حدیث میں ہے کہ آپؐ نمازِ عیدین ادا کر کے راستہ بدل کر تشریف لاتے۔